OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.hu.edu.pk

Hazara Islamicus, Vol.:8, Issue: 2, July-Dec 2019
PP: 1-12

Scan for Online Version

رفع تعارض احادیث (صحیح مسلم) شان ورود کے تناظر میں

Resolving contradictory Ahadith of Sahih Muslim through its contextual approach

Shoaib Farooq
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Hi-Tech University, Texla

Prof. Dr Muhammad Tofail Hashimi
Ex Chairman Department of Islamic Studies, Hi-Tech University, Texla

Abstract

This present article entitled "Resolving contradictory A╒□dith of ḥ╒i╒ Musilm through its contextual approach" is tried to explore the contradiction available in ḥ╒i╒ Muslim. Through contextual method A╒□dith has been interpresented, analysized, and resolved. Approximately, more than 123 A╒□dith (within different chapters of A╒□dith) were found contradictory. All of them can not be resolved through contextual approach, but rather those could be addressed through other methods such as: method of Collecting, method of Abrogation, method of Priority and method of halt (Twaquf).

During studies it has been found that the apparent clash in A╒□dith does not reflect the real contradiction; but rather difference appears in understanding and perceptions. Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him) discuss different things to Companions on same topics based on (1) difference of social context, (2) time to time revelation from All□h Almighty and lastly but not least different understanding of companions.

Keywords: *Contextual approach, Contradictory A╒□dith, ḥ╒i╒ Musilm A╒□dith, Resolve Conflict, Social context.*

CC BY

تمہید:

حدیث کے علوم کی بہت زیادہ انواع و اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ متقدمین علما میں سے امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ [1] نے علوم حدیث کی باون اقسام بیان کی ہیں [2]، ابن صلاح رحمہ اللہ [3]، امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر فی اصول الحدیث [4] میں علومِ حدیث کی 65 اقسام ذکر کی ہیں، اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے التقریب والتیسیر کی شرح کرتے ہوئے علومِ حدیث کی 93 اقسام بیان کی ہیں۔ان کے مطابق حدیث کے علوم کی بہت زیادہ تعداد ہے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔[5]

انہی اقسام میں ایک تعارض حدیث بھی ہے جس کی علوم حدیث میں بہت ہی اہمیت ہے، یہ مقالہ چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے سب سے پہلا حصہ سبب ورود کے مفہوم کی وضاحت کے متعلق ہے، دوسرے حصے میں حدیث کے درمیان تعارض کے اسباب پر بحث کی گئی ہے، تیسرا حصہ صحیح مسلم کی چند منتخب متعارض احادیث پر مشتمل ہے جن کا تعارض بذریعہ حدیث کے شان ورود یا پس منظر کیا گیا ہے۔اور چوتھے حصہ میں نتائج ذکر کیے گیے ہیں۔

اسباب ورود کا مفہوم:

لغوی طور پر سبب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لغت کے امام فراھیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"السَّبَبُ :الحبْل،سبب الأمر الذي يُوصَل به، والسَّبَبُ: الطريق لأنّك تصِلُ به الى ما تُرِيد"[6]

لغوی طور سے سبب کا مفہوم رسی کے آتا ہے جو کہ عربوں کے نزدیک کسی چیز کو باہم ملانے یا کسی چیز کے مدد سے کہیں پہنچنے کو کہا جاتا ہے۔اور سبب کہتے ہیں اس راستہ کو جس کے ذریعہ بندہ جہاں جانا چاہے جاسکتا ہے۔

ابن فارس ورود کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" الْوَاوُ وَالرَّاءُ وَالدَّالُ :أَصْلَانِ،أَحَدُهُمَا الْمُوَافَاةُ إِلَى الشَّيْءِ، وَالثَّانِي لَوْنٌ مِنَ الْأَلْوَانِ ومنه الْمَوَارِدُ :الطُّرُقُ"[7]

"ورد سے دو مصدر ہیں ایک کا مطلب ہے کسی چیز کی طرف واپس آنا اور دوسرا رنگوں میں سے کوئی رنگ۔اور اسی سے ہے پانی کی جگہ اور راستہ۔"

ورود فعل ورد سے ہے کا مطلب ہے آنے والا یا ظاہر ہونے والا اور ایک مفہوم کے تحت (الماء الذی یورد) پانی کے بہنے یا چلنے کے مفہوم میں بولا جاتا ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس مفہوم کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" أنه ما يكون طريقا لتحديد المراد من الحديث من عموم أوخصوص أو إطلاق أوتقييد أونسخ أونحو ذالك"[8]

"وہ طریقہ جسکے ذریعے حدیث کے عام، یا خاص، یا مطلق، یا مقید یا کسی حدیث کے منسوخ ہونے کا تعین کیا جائے۔"

احادیث کے مابین تعارض کے اسباب:

احادیث کے مابین حقیقی تضاد اور تعارض نہیں ہوتا بلکہ یہ پڑھنے والے کے فہم اور عقل کے فرق کی وجہ سے نظر آتا ہے جو کہ دراصل اس کے ظاہری مفہوم کو اپنے اپنے نقطہ نظر سے مطلب نکالنے کی بناپر واقع ہوتا ہے۔

بہر کیف احادیث میں جو ظاہری تعارض پایا جاتا ہے وہ مندرجہ ذیل اسباب کا احاطہ کیے ہوئے ہے :

آپ ﷺ کے بات کرنے کا انداز بڑا ہی انوکھا ہوتا تھا، بعض دفعہ عام انداز میں گفتگو کرتے اور کبھی خاص الفاظ کے ساتھ ، کبھی مطلقاً بات کرتے اور کبھی کسی شرط کے ساتھ کوئی حکم دیتے اس طرح سے جب ہر ارشاد کو اس کے ساتھ خاص صیغوں سے ہٹا کر سمجھنے کی کوشش کریں تو بظاہر ان میں تعارض نظر آتا ہے۔

امام شافعی اپنی کتاب الرسالہ میں لکھتے ہیں :

"ورسولُ الله عَرَبِيُّ اللِّسان والدّار، فقدْ يقولُ القولَ عامًّا يُريدُ به العامَّ، وعامًّا يريدُ به الخاصّ" [9]

"آپ فصیح اللسان تھے ، کبھی آپ ﷺ عام بات کرکے اس سے عام ہی مطلب نکالتے تھے اور کبھی عام صیغہ استعمال کرتے ہوئے اس کا خاص مطلب لیتے تھے۔"

تعارض حدیث کا ایک سبب راوی حدیث کے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کو بیان کرنے سے متعلق ہے جو دو اجزاء پر مشتمل ہے:

پہلا جزء: صحابہ جس وقت بھی اپنے مسائل سے متعلق استفسار کرتے تو آپ کبھی مختصراً جواب دیتے یا سائل کو دیکھتے ہوئے جواب دیتے ، کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس جواب کو مختصراً یاد کرتے اور کچھ اس کے تفصیلی پہلو کو یاد رکھتے ، اسی طرح اس کو آگے پھیلایا جاتا جس کی بنا پر ان میں بظاہر تعارض نظر آتا، حالانکہ یہ واقعہ کو اختصار اور تفصیل سے بیان کرنے کی وجہ ہوتا۔ امام شافعیؒ لکھتے ہیں : جب کبھی آپ ﷺ سے سوال کیا جاتا آپ اس سوال کے تمام پہلوؤں کے بموجب اس کا جواب دیتے بعض صحابہ تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے اور کچھ اسے اختصار کے ساتھ بیان کرتے جس میں سے چند پہلو اس جواب کے رہ جاتے جو بعد میں آنے والوں کی نظر میں تعارض کا باعث بنے۔[10]

اس کی مثال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی نماز کے تشہد میں پڑھنے والے مختلف الفاظ ہیں جیسا کہ یہ احادیث حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس ، حضرت ابو موسی اشعری، اور حضرت عمر بن الخطاب رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعینسے مروی ہیں۔ان احادیث میں جو تشہد میں پڑھنے والے کلمات کے درمیان الفاظ کا اختلاف ہے، وہ سب کچھ آپ ﷺ سے ہی مروی ہوئے ہیں۔ان کے درمیان تعارض کو رفع کرنے کے لیے فقہانے حسب ذیل موقف اختیار کیے ہیں :

ایک موقف تو یہ ہے کہ سب کلمات کے ساتھ تشہد پڑھنا جائز ہے جو کہ جمہور کا موقف ہے۔[11] ان سب کلمات میں سے افضل کونسا ہے اس میں فقہاکے مختلف آراء پائی جاتی ہیں: احناف، جمہور اہل حدیث اور حنابلہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں[12]۔ امام مالک رحمہ اللہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تشہد کو راجح قرار دیتے ہیں[13]۔ مولف حاشیۃ الدسوقی[14] میں امام مالک کے مسلک کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہکے تشہد کو ترجیح اس لیے دیتے ہیں کیونکہ بہت سارے صحابہ کے سامنے یہ تشہد پڑھا گیا یوں اس خبر کو تواتر کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کو ترجیح دیتے ہیں۔[15]

دوسرا جزء: مختلف اوقات میں مختلف احکام دینا آپ ﷺ کی عادت تھی اور کچھ احکامات حکمت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کے پیش نظر بھی دیتے تھے اور کچھ عرصہ بعد جب صورتحال بدل جاتی تھی تو اللہ کے رسول اپنے دیے گئے

احکامات صراحت کے ساتھ منسوخ فرمادیتے تھے جن کے ذکر سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں۔ جس طرح شروع میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قبرستان جانے سے منع کیا گیا تھا، جو کہ دراصل ان کو قبر پرستی سے بچانا مقصد تھا لیکن جب ان کے عقائد پختہ ہوگئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صراحت کے ساتھ اجازت دے دی:

"إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ۔۔۔الخ"[16]

اس حدیث کے الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ زیارت قبور سے پہلے منع فرمایا گیا تھا بعد میں اس کی اجازت دی گئی۔ مگر اس سے تعارض اس وقت پیدا ہوا کہ کچھ راویوں کو پہلے والے حکم کا علم تھا اور وہ بعد والے حکم سے لاعلم رہے جس سے بظاہر تعارض پیدا ہوا حالانکہ اصل میں تعارض نہیں تھا۔

رفع تعارض بذریعہ شان ورود (واقعاتی مطالعہ) اور اس حوالہ سے صحیح مسلم کی منتخب چند متعارض احادیث کا مطالعہ:

عام طور پر آپ ﷺ رپیش مسائل میں حالات و واقعات کے مطابق ان کے حل پیش کرتے بعض لوگ ایک حل کو محفوظ رکھتے اور کچھ لوگ دوسرے حل کے مطابق عمل کرتے اس صورتحال میں اگر کسی مرحلے پر دونوں حل سامنے آتے تو ان میں بظاہر تعارض نظر آتا حالانکہ یہ ان دو مسائل کے حل میں حقیقی اختلاف ہونے کی بجائے مختلف حالات میں دیے جانے کی وجہ سے تعارض ہوتا۔ اسی طریقے سے اپنے اصحاب کی ان کے مزاج کے مطابق رہنمائی فرماتے تھے اور چونکہ انسان ہمیشہ ایک جیسی حالت میں نہیں ہوتا، اسی وجہ سے ان احادیث کو پڑھتے وقت ان میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے۔

ذیل میں صحیح مسلم کی چند باہم متعارض احادیث پیش کرتے ہوئے ان کے شان ورود یا ان احادیث کے پس منظر کی روشنی میں تعارض کو رفع کیا جائے گا۔

سفر میں روزہ رکھنے اور رخصت کا بیان

"غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَمَضَانَ ۔۔۔الخ"" كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ۔۔۔الخ"[17]

تعارض کی صورت: پہلی حدیث سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے حوالہ سے ہے اگر قدرت رکھتا ہے تو روزہ رکھے ورنہ نہ رکھے، اور دوسری روایت میں سفر میں روزہ نہ رکھنے سے متعلق ہے۔

تعارض کا حل:

تمام فقہا ماسوائے بعض اہل ظاہر کے سفر میں روزہ رکھنے کے قائل ہیں البتہ سفر میں روزہ رکھنے کی فضیلت زیادہ ہے یا ترک کرنے کی اس حوالہ سے اختلاف ہے، امام مالک رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دوران سفر روزہ رکھنا ان کے لیے افضل ہیں جو بغیر کسی ظاہری مشقت و تکلیف کے رکھ سکے اور کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو ترک کرنا افضل ہے وہ آپ ﷺ صحابی رسول عبداللہ بن رواحہ کی روایت[18] سے استدلال کرتے ہیں۔ سعید بن مسیب، اوزاعی، احمد

بن حنبل اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے کے بموجب سفر میں روزہ ترک کرنا زیادہ افضل ہے۔ بہرکیف راجح قول یہ ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو سفر میں روزہ رکھے ورنہ نہیں رکھے۔[19]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سفر کرتے ایک مسافر کو روزہ میں تکلیف میں دیکھا تو اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اس خاص سبب کی بنا پر آپ ﷺ نے سفر کے دوران روزہ رکھنے کو ناپسند قرار دیا۔ اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے بندے کو تکلیف میں دیکھتے ہوئے روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔[20]

اگر وہ مشقت نہ ہو تو روزہ رکھا بھی جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت سعید بن خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مذکور ہے۔

افضل اعمال کا بیان

"أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ (قَالَ: إِيمَانٌ بِاللهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ..الخ"

"أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: (الْإِيمَانُ بِاللهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قَالَ--الخ"

"أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:(الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا قَالَ: قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ---الخ"

"أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا---الخ"

"أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ - أَوِ الْعَمَلِ- الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ---الخ"[21]

مذکورہ بالا روایات میں تعارض کی صورت:

اوپر دی گئی روایات کتاب الایمان سے لی گئی ہیں ان احادیث کے مابین یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھے گئے ایک ہی قسم کے سوالات پر مختلف جوابات کیوں دیے؟ اس حوالہ سے ان احادیث کے پس منظر کے بارے میں محدثین وفقہاء نے مختلف جوابات دیے ہیں۔

ان روایات کے درمیان حل کی صورت:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف جوابات سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مطلب یہ کہ اگر کوئی مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے اور لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا تو اسے کھانا کھلانے اور زیادہ سلام کرنے کی تاکید کی، اسی تناظر میں جہاد، حج اور والدین سے حسن سلوک کرنے کو افضل قرار دیا گیا، یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اسے اس عمل کی تلقین فرمائی۔[22]

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب افضل اعمال میں سے ہے لہٰذا جس عمل کی جہاں زیادہ ضرورت محسوس کی گئی وہاں اسے بیان کر دیا گیا۔

رفع تعارض کے حوالہ سے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب افضل اعمال حالات کے اعتبار سے بھی مناسبت رکھتے ہیں، بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض دفعہ حج افضل اور بعض حالات میں اطاعت والدین۔

اسی حوالہ سے ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ اسلام کی بنیادی باتوں میں سب سے پہلے ایمان باللہ افضل ہے اور اعمال

میں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔اسی ترتیب سے پھر حقوق اللہ میں سے کچھ تو بدنی اعمال ہیں اور کچھ مالی عبادات،اور بعض دونوں کا مجموعہ۔بندوں کے حقوق میں سب سے پہلے والدین کے حقوق آتے ہیں اور اس کے بعد عام لوگوں کو شمار کیا جاتا ہے۔بدنی عبادات میں سب سے افضل عمل نماز کو مقررہ وقت پر پڑھنا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مال کی عبادت ہے جو کہ افضل ہے[23]۔

ان احادیث میں بظاہر عائد تعارض کو ختم کرنے کے لیے قابل ترجیح قول ابن قیم رحمہ اللہ کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

> اغنیاکے لیے روزہ اور قیام اللیل سے زیادہ افضل مساکین پر مال خرچ کرنا ہے، اسی طرح بہادر لوگوں کے لیے اللہ کی راہ میں لڑنا زیادہ افضل ہے کھانا کھلانے سے،عالم کے لیے لوگوں کو نصیحت کرنااوران کو تعلیم دینا افضل ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے نوافل و تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے رہیں۔اسی طرح امراء جن کو اللہ نے حدود اللہ کے قیام کی ذمیداری سونپی ہے ان کے لیے انصاف کا مہیا کرنا، مظلوم کی داد رسی کرنا زیادہ افضل ہے اس بات سے کہ وہ انفرادی عبادات میں مشغول رہیں علی ہذاالقیاس۔[24]

قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع کرنے اور نہ کرنے سے متعلق احادیث:

"لَا يَأْكُلْ أَحَدٌ مِنْ لَحْمِ أُضْحِيَّتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّام"

"نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: كُلُوا وَتَزَوَّدُوا، وَادَّخِرُوا"[25]

دونوں حدیثوں میں تعارض کی صورت:

پہلی حدیث قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کھانے اور جمع کرنے سے منع کرنے کے بارے میں ہے،اور دوسری روایت میں اس کے بر عکس ارشاد فرمایا گیا ہے۔

تعارض کا جواب:

پہلی حدیث کے شان ورود کے مطابق آپ ﷺ کا تین دن سے زیادہ گوشت کو کھانے سے روکنا ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ کہ اس وقت کچھ دیہاتی محتاج لوگ آ گئے تھے ان کے پس منظر میں قربانی کے گوشت کو تین دن زیادہ جمع کرنے سے منع کیا جو کہ اسی باب کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے،اور جب غربت کم ہو گئی تو پھر تین دن سے زیادہ جمع کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ حکم دیا گیا کہ قربانی کا گوشت تین دنوں کی مقدار میں رکھو پھر جو بچ جائے اسے صدقہ کر دو، اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ جانور کی کھال مشکیزے بنانے کے بھی کام آتی ہے اور اس میں چربی بھی پگھلائی جاتی ہے اس پر اللہ کے رسول کے استفسار کرنے پر صحابہ نے بتایا کہ آپ نے پہلے خود ہی تین دن سے زیادہ گوشت کو استعمال کرنے سے روکا ہوا تھا، اللہ کے رسول نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ ایک خاص سبب کی بنا پر تھا جو کہ محتاج لوگوں کے آنے کی وجہ سے دیا گیا تھا، مگر اب اس طرح کا کوئی مسئلہ نہیں ہے تو اب تم کھا بھی سکتے ہو اور صدقہ بھی کر سکتے ہو۔[26]

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن کے اندر قربانی کا گوشت ختم کرنے کی تاکید کرنا ایک خاص پس منظر میں تھا اور یہ حکم عام حالات کے لیے نہیں ہے، اسی لیے بعد میں جب مسلمان خوش حال ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اب تین دن سے زیادہ گوشت کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

کھجور کی چھوہاروں کے بدلے خرید وفروخت سے متعلق احادیث

" لَا تَبْتَاعُوا الثِّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا "[27]

"رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا----الخ"[28]

تعارض کی صورت:

ایک روایت میں پھلوں کی خرید وفروخت سے اس وقت تک روکا گیا جب تک کہ وہ تیار نہ جائیں، اور دوسری حدیث میں اس کے برعکس بات کی گئی کہ اندازے سے تر کھجور کی خشک کھجور کے بدلے خرید وفروخت ہو سکتی ہے۔

تعارض کا حل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے پس منظر میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی مدینہ کے بازار میں آمد ہوئی اور صحابہ اس وقت کچے پھلوں کی خرید وفروخت میں مصروف تھے تو کسی بات پر تکرار ہو گئی، اللہ کے رسول نے اس پر ارشاد فرمایا کہ پھل جب تک پک نہ جائیں ان کی خرید وفروخت مت کرو۔[29] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صلاحیت آجانے سے قبل پھل کی خرید وفروخت سے روکنا اس جھگڑے کی وجہ سے تھا کیونکہ اس میں ایک دوسرے کی حق تلفی کا پہلو مضمر تھا۔

دوسری روایت جس میں بغیر پکے ہوئے پھل (تر کھجور) کی پکے ہوئے پھل (چھوہاروں) کے بدلے خرید وفروخت کی رخصت کے پس منظر کے حوالہ سے امام شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب الام میں رقم طراز ہیں: محمود بن لبید رضی اللہ کہتے ہیں کہ انصار کے کچھ حاجت مندوں نے اپنی مسکینی کا شکوہ کیا آپ نے اصل میں بیع مزابنہ (تر کھجور چھوہاروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا تھا) لیکن صرف ان فقرا کو رخصت دی۔[30]

میری رائے میں جس حدیث میں رخصت دی گئی وہ صرف ان فقراء کے ساتھ مخصوص تھی البتہ عام اصول یہی ہے کہ تر کھجور اور چھوہاروں کے بدلے میں خرید وفروخت ممنوع ہے۔

انسان کے فطرت پر پیدا ہونے اور اسکے اچھے اور برے ہونے سے متعلق احادیث

"مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ، مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ، إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ......الخ"[31]

"مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُشَرِّكَانِهِ ----الخ"[32]

صورت تعارض:

پہلی روایت کے مطابق انسان کے پیدا ہونے سے پہلے مادر رحم میں انسان کے اچھے یا برے ہونے کا تعین ہو جاتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماں باپ اسے یہودی، مشرک وغیرہ بنا دیتے ہیں۔

تعارض کا حل:

ان دونوں روایات کے درمیان تعارض کو ختم کرنے کے لیے جس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ نیا پیدا ہونے والا بچہ

مسلمان ہوتا ہے اس کے پس منظر میں واقدی رقم طراز ہیں کہ جنگ حنین کے دن صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کفار کے کچھ بچے بھی قتل ہو گئے آپ کو جب اطلاع ملی تو اس موقع پر آپ نے کہا کہ ہر نو مولود کو فطرت کے مطابق پیدا کیا جاتا ہے بعد میں والدین اس کو یہودی و مجوسی بناتے ہیں۔[33]

اس ضمن میں محدثین سے مختلف اقوال مذکور ہیں۔ شیخ وشتانی لکھتے ہیں کہ اللہ کے علم میں جو ان کا نیک یا بد ہونا مقدر تھا وہ ہی ان کی فطرت ہے، اگر اللہ کے علم کے مطابق کوئی سعید ہے تو اس کی یہ فطرت اسلام والی ہو گی اور اس کے بر عکس ہے تو وہ کفر کی فطرت پر پیدا ہو گا۔ [34]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مولود اللہ کی معرفت لے کر پیدا ہوتا ہے ، اسی لیے اگر کوئی شخص مسلمان گھرانے میں پیدا ہو تو وہ بھی مسلمان ہو گا اور اگر اسے یہودی یا مجوسی گھرانہ ملا تو اسے یہودی یا مجوسی بنا دیں گے۔ مگر اس کے اندر اللہ کو ماننے کی خصوصیت موجود رہتی ہے اور کسی وقت بھی وہ اس کا اقرار کر سکتا ہے۔[35]

قابل ترجیح:

ان احادیث میں دراصل تقدیر سے متعلق بیان کیا گیا ہے جن پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ پہلی حدیث میں جو جنتی ہونا یا جہنمی ہونا لکھا ہوا ہے اس مسئلہ میں صحابہ نے بھی رسول اللہ سے سوال کیا تھا کہ جب سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے تو پھر ہم عمل کرنا چھوڑ دیں ، آپ نے کہا عمل کرنا تم پر لازم ہے، اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے اور برے لوگوں کے لیے برے اعمال کرنا آسان ہو جائے گا۔

نتائج :

اس آرٹیکل کو مکمل کرنے کے بعد درج ذیل نتائج حاصل ہوئے :

- احادیث کے درمیان حقیقی تعارض نہیں ہوتا بلکہ یہ قاری کی کم فہمی اور اس کے ناقص العقلی کی بنا پر ہوتا ہے ۔ بہر کیف ظاہری تعارض کی وضاحت کے بعد اس کے ختم کرنے کے متداول طرق مختصراً ذکر کیے گئے اور آخر میں رفع تعارض کے فطری طریقہ جو کہ شان ورود یا احادیث کے سیاق و سباق کے طور پر مشہور ہے کی مدد سے اس مقالہ کہ جس کا عنوان رفع تعارض احادیث صحیح مسلم بذریعہ شان ورود (واقعاتی مطالعہ یا پس منظر) تھا کو مرتب کیا گیا۔
- سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے متعلق اللہ کے رسول کا منع کرنا ایک خاص پس منظر کی وجہ سے تھا۔
- کچھ احادیث کتاب الایمان کی روایات کے بارے میں ہیں ان احادیث میں عائد تعارض دراصل مختلف جوابات سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مطلب جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کو اسی عمل سے وابستگی اختیار کرنے کو کہا گیا۔
- دو روایات قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کھانے کے جواز اور عدم جواز سے متعلق ہیں جس حدیث

میں تین دن سے زیادہ گوشت کھانے سے منع کیا گیا وہ خاص پس منظر کی وجہ سے کیا گیا جب کچھ ضرورت مندوں کے آنے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا اور جب مشکل وقت ختم ہوا تو ان سے پابندی اٹھالی گئی۔

- دو روایات میں پھلوں کی خرید وفروخت سے متعلق تعارض بیان کیا گیا، جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں پھلوں کی خرید وفروخت سے منع کیا ہے جب تک پک نہ جائیں، اور جس حدیث میں آسانی کا ذکر ہے کہ اندازے سے تر کھجور کی خشک کھجور کے بدلے خرید وفروخت ہو سکتی ہے۔ان احادیث کے مابین ظاہری تضاد رفع کرنے کے واسطے جب احادیث کے پس منظر کو دیکھیں تو جس حدیث میں روکا گیا ہے وہ دراصل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جھگڑے کی بناپر تھا اور جس حدیث میں رخصت کا ذکر ہے وہ دراصل انصار کے کچھ ضرورت مندوں کے فقر کی بناپر تھا۔
- دو متعارض احادیث بیان ہوئیں ایک میں انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے اچھے اور برے ہونے کا تعین ہو جانا اور دوسری حدیث میں انسان کے فطرت پر پیدا ہونے کا ذکر ہے مگر اس کے ماں باپ اسے کافر بنادیتے ہیں۔اصل میں غزوہ حنین کے وقت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے کفار کے کچھ بچے بھی قتل ہو گئے اس وقت آپ ﷺ نے کہا ہر پیدا ہونے والا بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر والدین کے زیر اثر رہ کر وہ کافر بن جاتا ہے، اور جس روایت میں جنتی اور جھنمی ہونا پہلے سے لکھا ہوا ہےاس کے متعلق صحابہ کے استفسار پر کہ جب سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے تو پھر ہم عمل کرنا چھوڑ دیں، اس موقع پر آپ کا یہ ارشاد کہ عمل کرو کہ نیکو کاروں کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے اور برے لوگوں کے لیے برائی کرنا آسان ہو جائے گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، معرفۃعلوم الحدیث، تحقیق، سید معظم حسین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1397ھ، ص:5

[2] ۔امام حاکم نے کتاب کے مقدمہ میں تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ معاشرہ میں بدعات کی کثرت کی وجہ سے سنت وحدیث کے اصولوں سے ناواقفیت پھیل چکی ہے جس کے ازالہ کے طور پر اس چیز کی بہت زیادہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی کتاب ہونی چاہیے کہ

جو علومِ حدیث کی اقسام کا مختصراً مگر جامع احاطہ کرسکے۔ اس وجہ سے امام حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کے نام سے کتاب لکھی اور اس میں علومِ حدیث کی 52 اقسام بیان کیں جیسا کہ صحیح حدیث اور اس کی تعریف اور اقسام کے تحت احادیث سے مثالیں بھی پیش کیں اسی طرح ہر نوع کے تحت احادیث سے مثالیں ذکر کیں۔

[3]۔ ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمٰن، معرفۃ انواع علوم الحدیث، ویُعرف بمقدمۃ ابن الصلاح، تحقیق، نور الدین عتر، دار الفکر، سوریا، 1986ء، ص: 7۔11

[4]۔ یہ کتاب دراصل خلاصہ ہے مقدمۃ ابن صلاح کا کہ جس میں امام نووی نے بہت اختصار کے ساتھ علوم حدیث کی 65 اقسام کو بیان کیا ہے۔

[5]۔ السیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، تحقیق، ابو قتیبۃ نظر محمد الفاریابی ، دار طیبۃ ص: 1، ج: 65

[6]۔ الفراہیدی، ابو عبد الرحمٰن الخلیل بن احمد، کتاب العین، تحقیق: مہدی المخزومی، إبراہیم السامرائی، دار ومکتبۃ الھلال، بدون طبع، ص: 7، ج: 203-204

[7]۔ القزويني الرازي، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ، محقق: عبد السلام محمد ہارون، دار الفکر، 1399ھ- 1979ء، ج: 6، ص: 105

[8]۔ السیوطی، جلال الدین، مقدمۃ اللمع، دار المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1404ھ۔

[9]۔ الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، الرسالۃ، المحقق: احمد شاکر، مکتبہ الحلبی مصر الطبعۃ الاولی، 1358ھ/1940ء، ج: 1، ص: 213

[10]۔ الشافعی، الرسالۃ، ج: 1، ص: 216

[11]۔ النووی، ابو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ،، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1392، ج: 4، ص: 116

[12]۔ الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ، شرح معانی الآثار، تحقیق: محمد زہری النجار، محمد سید جاد الحق، عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، 1414ھ، ج: 1، ص: 266

[13]۔ الاصبحی، مالک بن انس، المدونۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1415ھ، ج: 1، ص: 226

[14]۔ الدسوقی المالکی، محمد بن احمد بن عرفۃ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر، بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج: 1، ص: 251

[15]۔ الشافعی، الرسالۃ، ص: 275

[16]۔ ابو عبد اللہ، احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق، شعیب الارنووط واصحابہ، مؤسسۃ الرسالۃ، الاولی، 2001ء، مسند علی بن ابی طالب، حدیث: 1236، ج: 2، ص: 397، نیشاپوری، مسلم بن حجاج، جامع الصحیح، کتاب الْأَضَاحِيِّ، بَابُ جَوَازِ الذَّبْحِ بِكُلِّ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، إِلَّا السِّنَّ، وَالظُّفُرَ، وَسَائِرَ الْعِظَامِ، حدیث: 1977، ج: 3، ص: 1563

17۔نیشاپوری، مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب الصیام، بَابُ جَوَازِ الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِلْمُسَافِرِ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، بدون طبع، احادیث: 1115،1116

18۔ایضاً

19۔عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 2006، ج:6، ص:208

20۔العینی ، بدر الدین ، ابو محمد محمود بن احمد بن موسی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ، بدون طبع، ج:11، ص:47-48

21۔ مسلم بن الحجاج، جامع الصحیح، کتاب الایمان ، بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الْإِيمَانِ بِاللهِ تَعَالَى أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ ، احادیث: 135-140

22۔ابو الفضل ، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون ، اکمَالُ المُعْلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِم ، تحقیق: الدکتور یحیٰی اسماعیل ، دار الوفاء، مصر ، الاولی، 1998ء، ج:1، ص: 277

23۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت، 1379، ج: 2، ص: 9

24۔ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین، عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین ، دار ابن کثیر، بیروت، الثالثۃ، 1989ء، ج: 1، ص: 114-115

25۔ مسلم بن الحجاج، جامع الصحیح، کتاب الاضاحی، بَابُ بَيَانِ مَا كَانَ مِنَ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ بَعْدَ ثَلَاثٍ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَإِبَاحَتِهِ إِلَى مَتَى شَاءَ ، احادیث: 1970، 1972

26۔ الباجی ابو الولید ، سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب ، المنتقی شرح الموطا، مطبعۃ السعادۃ، مصر، الأولی، 1332ھ، ج:3، ص: 94

27۔ مسلم بن الحجاج، جامع الصحیح، کتاب البیوع، بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ بُدُوِّ صَلَاحِهَا بِغَيْرِ شَرْطِ الْقَطْعِ، حدیث:1538

28۔ مسلم بن الحجاج، جامع الصحیح، کتاب البیوع، بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ إِلَّا فِي الْعَرَايَا، حدیث:1539

29۔ابو عبداللہ، احمد بن حنبل، مسند احمد، ج: 35، ص: 516

30۔ الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، الام، دار المعرفۃ، بیروت، بدون طبعۃ، 1990ء، ج:3، ص: 54

31۔ مسلم بن الحجاج، جامع الصحیح، کتاب القدر، بَابُ كَيْفِيَّةِ خَلْقِ الْآدَمِيِّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ ، حدیث:2647

32۔ایضاً، بَابُ مَعْنَى كُلِّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ أَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ، حدیث:2658

33۔ الواقدی، محمد بن عمر بن واقد السہمی، المغازی، تحقیق: مارسدن جونس، دار الاعلمی، بیروت: ، الثالثۃ، 1989ء، ج:3، ص: 905،

الشامی ، محمد بن یوسف الصالحہ ، سبل الہدی والرشاد، فی سیرۃ خیر العباد، وذکر فضائلہ واعلام نبوتہ وافعالہ واحوالہ فی المبدا والمعاد، تحقیق: الشیخ عادل احمد عبدالموجود، الشیخ علی محمد معوض دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ، الاؤلی، 1993ء، ج:5، ص: 331

[34] ۔ الوشتانی، ابی عبداللہ محمد بن خلفہ المالکی، اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ، بدون طبع، ج:7، ص: 90

[35] ۔ النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، ج:16، ص:208